11839

استفتاء

سوال: اذان مغرب اور مغرب کی فرض نماز کی جماعت کے درمیان جائز اور بلا کراہت وقفہ کی حد کیا ہے؟ اگر دو منٹ کا وقفہ کیا جائے تو کیا یہ وقفہ شرعاً مکروہ ہے، یا بلا کراہت جائز ہے؟ فقہ حنفی کے مطابق اس مسئلہ میں تحقیقی اور راجح قول کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلے میں اتنی بات واضح ہے کہ اذانِ مغرب کے بعد فرض نماز کی ادائیگی میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے، احادیث اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے۔ اور تعجیل کے مستحب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان کچھ فصل کے بھی قائل ہیں، چنانچہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ کھڑے کھڑے تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت کی مقدار فصل کرنا چاہیے، جبکہ صاحبین کے نزدیک افضل یہ ہے کہ معمولی وقفہ بیٹھ کر پھر اقامت کہنی چاہیے۔ اسی طرح حضرات شوافعؒ اور حنابلہ بھی فی نفسہٖ فصل کے قائل ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان کئے جانے والے فصل کی جائز بلا کراہت حد کیا ہے اور اس کی کتنی مقدار ایسی ہے جو تعجیل کے منافی نہیں ہے، تو اس مسئلے میں جو غور وفکر کیا گیا، تحقیق کے بعد اس کی وضاحت اولاً بطورِ خلاصہ درج ذیل ہے:

اذانِ مغرب اور نمازِ مغرب کے درمیان وقفہ کی مباح اور مکروہ حد کے بارے میں حضراتِ فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام سے تین درجات معلوم ہوتے ہیں، یعنی:

(۱) مادون الرکعتین (دو رکعتوں کی مقدار سے کم کم) وقفہ۔ یہ مکروہ نہیں ہے۔

(۲) رکعتین (دو رکعات) یا اس سے زائد مقدار سے لے کر ظہورِ نجوم (ستارے ظاہر ہونے) تک۔ یہ وقفہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳) ظہورِ نجوم ہو جائے یعنی ستارے ظاہر اور نمایاں ہو جائیں۔ یہ وقفہ مکروہ تحریمی ہے۔

اس مسئلہ میں فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مجموعی کلام سے مادون الرکعتین کے بقدر وقفہ کی عدمِ کراہت معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی، صاحب فتح القدیر اور صاحب البحر الرائق رحمہم اللہ تعالیٰ نیز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے کلام سے اس بات کی واضح تائید ہوتی ہے کہ مادون الرکعتین کے وقفہ میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور ہماری رائے بھی یہی ہے کہ مادون الرکعتین کا جو درجہ ہے یہ مباح ہے۔ اور مادون الرکعتین کی مقدار میں ایک دو منٹ کا وقفہ شامل ہے لہٰذا ہماری رائے میں ایک دو منٹ کی مقدار وقفہ کو اگر مستحب یا مسنون سمجھے بغیر اور نمازیوں کے دُور سے جماعت میں شامل ہونے یا ان کے وضو کرنے کے لئے اختیار کیا جائے تو اس کو مکروہ یا ناجائز کہنا درست نہیں، مزید تفصیل آگے ذکر کی جا رہی ہے۔

مادون الرکعتین (دو رکعات سے کم کم) وقفہ کے بارے میں مزید کلام کرنے سے قبل یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ متعدد فقہی عبارات میں تعجیلِ مغرب کی بحث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کی مقدار وقفہ کرنا چاہیے اور حضراتِ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک جلسہ کی مقدار وقفہ کرنا چاہیے، اور اس اختلاف کے ضمن میں ذکر کئے گئے بعض دلائل کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت معمولی وقفہ سے زیادہ تاخیر کرنا بھی مکروہ ہے، چاہے وہ ڈیڑھ دو منٹ کا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایسی چند واضح عبارات درجِ ذیل ہیں:

فی الأصل المعروف بالمبسوط للشیبانی :(۱۴۷/۱)باب مواقیت الصلاۃ

قلت أرأیت المغرب أیؤخرها بعد غروب الشمس شیئا قال أکره له أن یؤخرها إذا غربت الشمس والشتاء والصیف سواء۔

وفی المبسوط للسرخسی :(۲۹۲/۱)باب مواقیت الصلاۃ

وتأویل حدیث إمامة جبریل -علیه السلام -أنه أراد بیان وقت استحباب الأداء وبه نقول أنه یکره تأخیر المغرب بعد غروب الشمس إلا بقدر ما یستبرء فیه الغروب

وفی الفتاوی الولوالجیة:(۷۲/۱) کتاب الطهارة ۔الفصل الثامن۔

ویفصل بین الاذان والاقامة بصلاة او قعدة الافی المغرب فانه یفصل بینهما بالسکوت وعندهما بجلسة خفیفة لان الاذان والاقامة مغیران فی المقصود فلابد من الفصل بینهما والفصل انما یتحقق بالجلسة وانا نقول :الجلسة تؤدی الی تاخیر المغرب عن اول الوقت وانه مکروه فیفصل بالسکوت۔

وفی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع :(۳۷۲/۱)فصل فی بیان سنن الاذان

ولأبی حنیفة أن الفصل بالجلسة تأخیر للمغرب، وأنه مکروه، ولهذا لم یفصل بالصلاة فبغیرها أولی، ولأن الوصل مکروه، وتأخیر المغرب أیضا مکروه، والتحرز عن الکراهتین یحصل بسکتة خفیفة، وبالهیئة من الترسل والحدر، والجلسة لا تخلو عن أحدهما، وهی کراهة التأخیر فکانت مکروهة۔

لیکن اگر متعدد فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مجموعی کلام کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ مغرب میں حتی الامکان تعجیل مطلوب ہے، لیکن مادون الرکعتین کے بقدر تاخیر میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور متعدد کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے، جیسا کہ ہم نے اجمالاً پیچھے ذکر کیا ہے، اور تفصیلاً آگے ذکر آرہا ہے، جبکہ اس کے برخلاف مادون الرکعتین وقفہ کی کراہت کی تصریح نہیں مل سکی (جبکہ یہ وقفہ امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول تین

تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت یا جلسہ کی مقدار سے زیادہ ہوسکتا ہے)۔اور وہ مطلق دلائل کہ جن سے بظاہر بہت معمولی وقفہ سے زائد تاخیر کی بھی کراہت معلوم ہوتی ہے چاہے وہ مادون الرکعتین کی مقدار کے اندر اندر کیوں نہ ہو انہیں حضراتِ فقہاءِ کرام سے منقول مادون الرکعتین کی عدمِ کراہت کی تصریح کی روشنی میں تاکیدِ تعجیل اور سدِ ذریعہ پر محمول کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ معمولی وقفہ سے زائد تاخیر کو اختیار کرنے کی صورت میں تاخیر مغرب بقدر رکعتین یا زائد کا اندیشہ ہے تو سداًللذرائع ایسی تعبیر اختیار کی گئی ہے تاکہ تاخیرِ مکروہ کے ارتکاب کی نوبت نہ آئے۔ (آگے ہم اپنے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی جو عبارات ذکر کریں گے ان سے اس کی واضح تائید ہوتی ہے)۔

اسی لئے اگر فتح القدیر اور البحر الرائق کو ملاحظہ کیا جائے تو ان میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرات صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اختلاف کو نقل کرنے کے بعد رکعتین کے بقدر تاخیر کی کراہت کو ذکر کیا ہے، اور مادون الرکعتین کی عدمِ کراہت کو نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادون الرکعتین کی تاخیر "تعجیل" کے منافی نہیں ہے۔ اگر مادون الرکعتین کے بقدر تاخیر بھی امام اعظم یا صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے خلاف ہوتی تو اس مقام پر مادون الرکعتین کی عدمِ کراہت کو نقل نہ کیا جاتا۔ نیز صاحب فتح القدیر نے مقدار رکعتین کی تاخیر کے بارے میں فرمایا ہے کہ "وهي خلافية" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادون الرکعتین کے بقدر تاخیر میں اختلاف نہیں ہے، اور فتح القدیر میں دوسرے مقام پر مذکور عبارت سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ مادون الرکعتین میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ عبارات آگے ملاحظہ ہوں:

فی فتح القدیر :(۲۰۰/۱)

(قوله ويستحب تعجيل المغرب) هو بأن لا يفصل بين الأذان والإقامة إلا بجلسة خفيفة أو سكتة على الخلاف الذى سيأتى :وتأخيرها لصلاة ركعتين مكروه ، وهى خلافية وستذكر فى باب النوافل إن شاء الله تعالى۔

وفی الفتح ایضاً:(۲۱۵/۱)

[تحت قول صاحب الهداية:ويجلس بين الاذان والاقامة الا فى المغرب وهذا عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا يجلس فى المغرب ايضاً جلسة خفيفة.....وقال الشافعى رحمه الله تعالىٰ يفصل بركعتين اعتبارا بسائر الصلوات الفرق قد ذكر ناه]

(قوله :والفرق قد ذكر ناه)وهو كراهة التأخير ، فإذا كانت تلك الركعتان مندوبتين يستلزم كراهة ما كان سبيلها الترك ، وهذا يشير إلى أن تأخير المغرب قدر أداء ركعتين

مكروه ، وقدمنا من القنية استثناء التأخير القليل فيجب حمله على ما هو أقل من قدرهما إذا توسط فيهما ليتفق كلام الأصحاب۔

وفی البحر الرائق :(۲٦۱/۱)

وفی المغرب کره التطوع قبله فلا یفصل به، ثم قال الجلسة تحقق الفصل کما بین الخطبتین ولا یقع الفصل بالسکتة؛ لأنها توجد بین کلمات الأذان ولم تعد فاصلة، وقال أبو حنیفة :إن الفصل بالسکتة أقرب إلی التعجیل المستحب والمکان هنا مختلف؛ لأن السنة أن یکون الأذان فی المنارة والإقامة فی المسجد وکذا النغمة والهیئة بخلاف خطبتی الجمعة لاتحاد المکان والهیئة فلا یقع الفصل إلا بالجلسة، وفی الخلاصة ولو فعل المؤذن کما قالا لا یکره عنده ولو فعل کما قال لا یکره عندهما یعنی أن الاختلاف فی الأفضلیة وبما تقرر علم أنه یستحب التحول للإقامة إلی غیر موضع الأذان وهو متفق علیه وعلم أن تأخیر المغرب قدر أداء رکعتین مکروه، وقد قدمنا عن القنیة أن التأخیر القلیل لا یکره فیجب حمله علی ما هو أقل من قدرهما إذا توسط فیهما لیتفق کلام الأصحاب، کذا فی فتح القدیر۔

واضح رہے کہ صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر کے ایک مقام پر اور صاحب البحر الرائق رحمہ اللہ تعالیٰ نے البحر الرائق میں مختصر رکعتین کے بلا کراہت جواز کو بھی اختیار کیا ہے۔ اور طحطاوی علی الدر المختار میں علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ یہ عبارات ملاحظہ ہوں:

فی فتح القدیر :(۳۸۹/۱)

ثم الثابت بعد هذا هو نفی المندوبیة ، أما ثبوت الکراهة فلا إلا أن یدل دلیل آخر ، وما ذکر من استلزام تأخیر المغرب فقد قدمنا من القنیة استثناء القلیل والرکعتان لا تزید علی القلیل إذا تجوز فیهما۔

وفی البحر الرائق :(۲۵۳/۱)

سئل ابن عمر -رضی الله عنهما -عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت أحدا علی عهد رسول الله -صلی الله علیه وسلم -یصلیهما وهو یقتضی نفی المندوبیة، أما ثبوت الکراهة فلا إلا أن یدل دلیل آخر وما ذکر من استلزام تأخیر المغرب فقد قدمنا عن القنیة استثناء القلیل والرکعتان لا تزید علی القلیل إذا تجوز فیهما وفی صحیح البخاری أنه -

صلى الله عليه وسلم -قال صلوا قبل المغرب ركعتين وهو أمر ندب وهو الذي ينبغي اعتقاده في هذه المسألة والله الموفق۔

وفی الطحطاوی علی الدرالمختار:(۱۷۹/۱)

[تحت قوله:(و) تعجيل (مغرب مطلقا) وتأخيره قدر ركعتين يكره تنزيها]

(قوله : يكره تنزيها)الذی اختاره المحقق فی الفتح ووافقه فی البحر ندبه اذا تجوز فيهما ای لم يطول وردصاحب النهر لا يظهر كما يظهر للمتأمل حلبی۔

وفيه ايضاً:(۱۸۱/۱)

[تحت قوله:(وقبل) صلاة (مغرب) لكراهة تأخيره إلا يسيرا]

قوله: الا يسيرا)الركعتان لا تزيد على اليسير اذا تجوز فيهاوفی الصحيح للبخاری أنه - صلى الله عليه وسلم -قال صلوا قبل المغرب ركعتين وهو أمر ندب ،ومنع صاحب النهر لايظهر لوجودالدليل الآمر بهما المروی فی الصحيح فيحمل كلام ابن عمر بالمنع على عدم الاطلاع ۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار میں مختلف مقامات پر اس سلسلے میں کلام کیا ہے اور مجموعی طور پر ان کے کلام کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مادون الرکعتین کی حد تک تاخیر مکروہ نہیں ہے۔ جبکہ رکعتین کی حد تک تاخیر کے بارے میں ایک مقام پر صاحبِ فتح القدیر کے اباحت والے قول کو نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے، البتہ منحۃ الخالق میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبِ النہر الفائق کے رکعتین کی اباحت پر رد کو نقل کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے، جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ رکعتین کی حد تک تاخیر کو بلا کراہت مباح قرار دینے سے علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اتفاق نہیں ہے۔ واضح رہے کہ صاحب النہر الفائق رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکعتین قبل المغرب کو بلا کراہت مباح کہنے کی تو تردید کی ہے لیکن صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مادون الرکعتین کے وقفہ کے جواز کی عبارت نقل کر کے ''وہذا ہوالحق'' فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب النہر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مادون الرکعتین کی حد تک وقفہ بلا کراہت جائز ہے۔

فی الدر المختار :(۳٦۹/۱)

(و) تعجيل (مغرب مطلقا) وتأخيره قدر ركعتين يكره تنزيها۔

وفی ردالمحتار:(٣٦٩/١)

(قوله :یکره تنزیها) أفاد أن المراد بالتعجیل أن لا یفصل بین الأذان والإقامة بغیر جلسة أو سکتة علی الخلاف .وأن ما فی القنیة من استثناء التأخیر القلیل محمول علی ما دون الرکعتین، وأن الزائد علی القلیل إلی اشتباك النجوم مکروه تنزیها، وما بعده تحریما إلا بعذر کما مر ـ

وفی الدرالمختار:(٣٧٦/١)

(وقبل) صلاة (مغرب) لکراهة تأخیره إلا یسیرا ـ

وفی ردالمحتار:(٣٧٦/١)

(قوله :لکراهة تأخیره) الأولی تأخیرها أی الصلاة، وقوله إلا یسیرا أفاد أنه ما دون صلاة رکعتین بقدر جلسة، وقدمنا أن الزائد علیه مکروه تنزیها ما لم تشتبك النجوم، وأفاد فی الفتح وأقره فی الحلیة والبحر أن صلاة رکعتین إذا تجوز فیها لا تزید علی الیسیر فیباح فعلهما، وقد أطال فی تحقیق ذلك فی الفتح فی باب الوتر والنوافل۔

وفی البحر الرائق :(٢٤٨/١)

(قوله :والمغرب) أی وندب تعجیلها لحدیث الصحیحین کان یصلی المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب ویکره تأخیرها إلی اشتباك النجوم لروایة أحمد لا تزال أمتی بخیر ما لم یؤخروا المغرب حتی تشتبك النجوم ذکره الشارح وفیه بحث إذ مقتضاه الندب لا الکراهة لجواز الإباحة وفی المبتغی بالمعجمة ویکره تأخیر المغرب فی روایة وفی أخری لا ما لم یغب الشفق الأصح هو الأول إلا من عذر کالسفر ونحوه أو یکون قلیلا .....وتأخیرها لصلاة رکعتین مکروهة وما روی الأصحاب عن ابن عمر أنه أخرها حتی بدا نجم فأعتق رقبة یقتضی أن ذلك القلیل الذی لا یتعلق به کراهة هو ما قبل ظهور النجم۔

وفی منحة الخالق:(٢٤٨/١)

(قوله :یقتضی أن ذلك القلیل إلخ) قال فی النهر وفی الأذان من الفتح قولهم بکراهة الرکعتین قبل المغرب یشیر إلی أن تأخیر المغرب قدرهما مکروه وقدمنا عن القنیة استثناء القلیل فیجب حمله علی ما هو أقل من قدرهما إذا توسط فیهما لیتفق کلام

الأصحاب .اهـ .وهذا هو الحق .اهـ.

وأشار بقوله وهذا هو الحق إلى الرد على صاحب الفتح وعلى صاحب البحر حيث اختارا عدم كراهة الركعتين قبل المغرب ۔

امداد الفتاوی میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک قدرے تفصیلی سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

روایات مندرجہ سوال سے صرف عمل ثابت ہوتا ہے، اس سے زائد تاخیر کی کراہت ثابت نہیں ہوتی، سو عمل استحباب پر بھی مبنی ہوسکتا ہے اور مقصود بالبحث کراہت ہے۔ سو درمختار وردالمحتار میں اس سے بھی تعرض ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تاخیر مادون الرکعتین میں تو کراہت نہیں اور اس سے زائد اشتباک نجوم کے قبیل تک شرح المنیہ کی تحقیق پر مباح اور بعض اقوال پر مکروہ تنزیہی اور اشتباک کے بعد تحریمی۔ روایات یہ ہیں:

فی الدرالمختار :والمستحب الی قوله وتعجیل مغرب مطلقا وتاخیره قدر رکعتین یکره تنزیها ۔

فی ردالمحتار :افاد ان المراد بالتعجیل ان لا یفصل بین الاذان والاقامة بغیر جلسة او سکتة علی الخلاف وان ما فی القنیة من استثناء التاخیر القلیل محمول علی ما دون الرکعتین وان الزائد علی القلیل الی اشتباك النجوم مکروه تنزیها وبعده تحریما الا بعذر کما مر قال فی شرح المنیة والذی اقتضته الاخبار کراهة التاخیر الی ظهور النجوم وماقبله مسکوت عنه فهو علی الاباحة وان کان المستحب التعجیل اه ونحوه ما قدمناه من الحلیة ۔

اور عذر میں کراہت بھی نہیں اور یہاں انتظارِ امام میں تاخیر دو رکعت سے کم ہوتی ہے وہ بھی احیاناً نہ استمراراً واعتیاداً۔ اور اگر مادون سے قدرے زائد بھی فرض کی جاوے تو ایک تحقیق پر مباح ہے اور قول کراہت تنزیہی پر عذر نافی کراہت ہے۔ اور عذر کی مثال فقہاء نے اکل وسفر سے دی ہے اور حصر کی کوئی دلیل نہیں اور امام کے لئے وضو اور قوم کے لئے انتظارِ امام راتب خصوص اگر وہ حاضر ہو، اکل سے قوی عذر ہے۔ (امداد الفتاوی: ۱/۱۱۸)

نیز حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے امداد الاحکام (۱/۴۱۳) میں مذکور کلام سے مادون الرکعتین کے بقدر

تاخیر کا بلا کراہت جواز معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اذانِ مغرب کے بعد وقفہ سے متعلق کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

غروب کے بعد معمولی دیر کا تو مضائقہ نہیں، لیکن تیقن غروب کے بعد فوراً اذان کہنا چاہیے، اور اذان واقامت میں تھوڑا سا وقفہ بھی مامور بہ ہے جس کی مقدار تین آیتوں کا پڑھنا ہے، اور اگر اس سے زیادہ دیر کی تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اشتباکِ نجوم تک تاخیر کرنا تو مکروہ تحریمی ہے اور اتنی دیر کرنا کہ ایک آدھ ستارہ ظاہر ہو جاوے مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ستارہ تو کوئی ظاہر نہ ہوا ہو مگر اتنی دیر ہوگئی کہ اطمینان سے دو رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں تو اکثر فقہاءؒ اس قدر تاخیر کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، کصاحب الدر و فتح القدیر وغیرہما، لیکن شرح منیہ اور حلیہ سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ مکروہ نہیں بلکہ مباح ہے، یعنی مستحب تو یہی ہے کہ دو رکعت کی مقدار دیر نہ کرے لیکن اگر کسی نے دیر کی تو ظہور النجم تک کراہت نہیں، بلکہ مباح ہے، خلاصہ یہ کہ اس میں اختلاف ہے کہ وقت مکروہ تنزیہی کب سے شروع ہوتا ہے، بعض کے نزدیک دو رکعت مقدار وقت گزرنے پر اور بعض کے نزدیک ظہورِ نجم سے والثانی اقرب واوسع وظاهر ما فی ردالمحتار یدل علی ان العلامة الشامی مال الیه ۔ اور یہ سب گفتگو جب ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر عذر ہو تو پھر تاخیر میں کراہت نہیں، ومن الاعذار السفر و کونه علی اکل کما فی الدر۔ پس رمضان میں افطار کی وجہ سے دیر ہونا مضائقہ نہیں۔

دار الافتاء

اگرچہ امداد الاحکام کے اس جواب پر کچھ اشکال ہوسکتا ہے جو قابلِ توجہ ہے، لیکن مجموعی طور پر امداد الاحکام سے مادون الرکعتین کی جو عدمِ کراہت واضح ہوتی ہے وہ اپنی جگہ درست ہے۔

مذکورہ بالا موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ متعدد احادیث میں تعجیلِ مغرب کی تاکید کے ساتھ ساتھ وہ احادیث بھی ہیں کہ جن میں اذانِ مغرب کے بعد رکعتین کی ادائیگی کا ذکر ہے، اگرچہ اکثر فقہاءِ احناف اور فقہاءِ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان احادیث سے متعلق کلام فرماتے ہوئے راجح اس بات کو قرار دیا ہے کہ اذانِ مغرب کے بعد رکعتین کی ادائیگی مکروہ ہے، لیکن بعض فقہاءِ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے صاحبِ فتح القدیر اور صاحب البحر الرائق رحمہما اللہ تعالیٰ مختصراً دو رکعت پڑھنے کے بلا کراہت جواز کے قائل ہیں۔ (جیسا کہ ہم نے پیچھے صفحہ نمبر ۴ پر ذکر کیا ہے)

نیز ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لامع الدراری اور

الکوکب الدری میں تحریر کردہ موقف، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی فیض الباری میں تحریر کردہ رائے سے مختصر رکعتین کا جواز معلوم ہوتا ہے، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الملہم میں "ادلة من قال باستحباب الرکعتین قبل المغرب و من قال بعدم استحبابهما و تحقیق ما هو المختار عند الحنفیة" کے عنوان کے تحت اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور مختصر رکعتین کو مباح قرار دیا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلاء السنن میں فی نفسہ رکعتین کے جواز اور اس کا مباح ہونا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ ان رکعتین کی کراہت نظراً الی العوارض ہے، اور بذل المجہود میں بھی کراہتِ رکعتین کی تقریباً یہی توجیہ ذکر کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ عوام ان رکعتین کی ادائیگی میں تعجیل فرض کو کماحقہٗ پیش نظر نہیں رکھ سکتے، اور اس میں تاخیر مغرب کا قوی اندیشہ ہے، اسی لئے اعلاء السنن میں خواص کے لئے لکھا ہے کہ وہ رکعتین کی ادائیگی کر سکتے ہیں، جبکہ تعجیل مغرب میں خلل نہ ہو، عوام کے لئے اجازت نہیں دی۔ علاوہ ازیں جمہور فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ ان رکعتین کے استحباب کے قائل ہیں، اور فقہائے حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ رکعتین کے جواز کے قائل ہیں۔ عبارات درج ذیل ہیں:

فی لامع الدراری علی جامع البخاری: (۲٤۱/۱)

(قوله : بين كل اذانين صلوة لمن شاء) ولم يثبت منه صلى الله عليه وسلم انه صلى بنفسه بين اذانى صلوة المغرب نعم الصلوة فيه ثابتة بتقريره صلى الله عليه وسلم وقوله هذا ولعله لم يصل لئلا تتأكد فيخل باقامة الفريضة ولم ينههم عنها حين رآهم يصلون فكانت سنة قولية وتقريرية وهو المذهب عندنا الا ان مافيه من الاخلال بالفريضة مع مافى وقتها من قلة اخرجها الى خلاف الاولىٰ اذا خيف فيها ذلك والا فالاتيان بهما حسن۔

وفی حاشیته للعلامة الشیخ مولانا زکریا رحمه الله تعالیٰ :(۲٤۱/۱)

مال الشيخ قدس سرهٗ الى ان الاتيان بهما حسن ان لم يؤد الى تاخير المغرب كما هو مؤدى كلامه هذا واصرح منه ما فى تقرير مولانا حسين على الفنجابىؒ اذ قال ركعتا المغرب مستحب اذا امكن ان يصلى عجلةاه.....واختلف سياق كتب الحنفية فى ذلك قال صاحب الدرالمختار فى المواقيت ندب تعجيل مغرب مطلقا وتاخيره قدر ركعتين يكره تنزيها ثم قال فى بيان النوافل وحرر الكمال اباحة ركعتين قبل المغرب واقره فى

البحر قال ابن عابدين قوله حرر فانه ذكر انه ذهبت طائفة الى ندب فعلهما وانكره كثير من السلف واصحابنا ومالك واستدل لذلك بما حقه ان يكتب بسواد الاحداق ثم قال والثابت بعد هذا هو نفى المندوبية واما ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل آخر وما ذكر من استلزام تاخير المغرب فقد قدمنا عن القنية استثناء القليل والركعتان لا يزيد على القليل اذا تجوز فيهما اه ـ

وفى الكوكب الدرى على جامع الترمذى :(١٠٣/١)

باب ماجاء فى الصلوة قبل المغرب :هذا مما اختلف فيه علماؤنا والصحيح عدم كراهتهما اذالم يخف فوات التكبيرة الاولىٰ من صلوة المغرب ـ

وفى فيض البارى :(١٨٠/٢)

باب كم بين الاذان والاقامة وقدره الحنفية بقدر ان يقضى الرجل حاجته ويرجع الى الصلاةواقله ان يصلى فيه اربع ركعات الا فى المغرب فانه يستحب فيها التعجيل مهما امكن وقال ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :ينتظر فيها ايضاً بقدر ركعتين لورود الحديث فيه وذهب الى اباحتها كما فى القنية ايضاً وفى عامة الكتب ان الصلاة قبل المغرب مكروهة والاوجه مااختاره ابن الهمام واليه ذهب مالك رحمه الله تعالىٰ وقال الشافعى رحمه الله تعالىٰ يصلى ويتجوز فيهما وعن احمد رحمه الله تعالىٰ انه صلاهما مرة ثم لم يستمر عليهما كما يعلم من مسنده ـ

(باب الصلاة قبل الغروب) ولفظه صلوا قبل صلاة المغرب قال فى الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة اه لان فيه صيغة الامر وادناها ان تحمل على الاستحباب ولان فيه تصريحا بصلاةالمغرب بخلاف حديث الباب .....والصواب فى الجواب مااختاره ابن الهمامؒ من التزام الاباحة وعليه تحمل صيغة الامر لانها وردت فى صلاة تضافرت الروايات بتعجيلها اعنى المغرب وحينئذ يتبادر الذهن الى يصلى قبلها بصلاة فاذن لا تكون الا لبيان الاباحة ورفع ايهام الحظرسيما اذا كان فيه لفظ لمن شاء وكراهية ان يتخذها الناس سنة ـ

دار الافتاء

وفی بذل المجهور :(باب فی وقت المغرب :٢٤٢/١)

(عـن انـس بن مالك رضی الله عنه قال كنا نصلی المغرب مع النبی صلی الله علیه وسلم ثـم نـرمی فیری احدنا موضع نبله) ای یبـصـر مـحل سقوط النبل والحاصل انه صلی الله عـلیه وسلم یصلی صلوة المغرب فی اول وقتها معجلة وكذلك المذهب المتفق علیه ان المستحب فی المغرب التعجیل فی الشتاء والصیف جمیعا وتاخیرها الی اشتباك النجوم مكروه۔

وفی بذل المجهود:(باب الصلوة قبل المغرب:٢٧٠/٢)

(بعد نقل كلام ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ)

والذی عندی فی وجه الكراهة ان الناس اذا صلواالركعتین قبل المغرب فانه لا یمكن ان یـصـلـوهـما دفعة واحدة متفقین فی التحریمة فی وقت واحد بل لابد ان یكون لهم فیها تـقـدم وتأخر وسرعة وبطوء فان انتظرهم الامام یلزم تاخیر المغرب ضرورة وان لم ینتظر هم یلزم ان یصلوهما عند الاقامة وهومكروه ایضاً او یفوتهم التكبیرة الاولیٰ وان احرموا عـنـد الاذان یـفـوتهـم الاجابة وقد قال صلی الله علیه وسلم فقولوا مثل ما یقول المؤذن فعلی جمیع الصور یلزم ترك المامور به اه۔

وفی اعلاء السنن :(٦٨/٢)

فـالـجـواب الـصـحـیـح الـمـحقق عنه انه لا ینكر جواز الركعتین قبل المغرب وانما ینكر وضـعـهـمـا مـوضع السنة ویدل علی ذلك حدیث البخاری وفیه :"صلوا قبل المغرب ثم قـال فـی الثالثة: لمن شاء كراهیة ان یتخذها الناس سنة " وصیغة الامر فیه محمولة عندنا عـلی الجواز فان الوجوب منتف بقوله "لمن شاء "وقد جاء فی هذاالباب ما ینفی الندب ایـضاً كما سیأتی فحملنا ها علی الاقل المتیقن وهو الاباحة فارتفع التعارض بان المباح لا یـلام عـلی تركه فمن شاء فعل ومن شاء ترك فذكر انس رضی الله تعالیٰ عنه صلاة من رآه یصلی وذكر ابن عمر رضی الله عنهما فعل من لم یصل فتوافقت الآثار ولله الحمد ۔

فـان قـلـت :فما وجه قول الحنفیة بكراهة التنفل قبل المغرب مع ان الجواز ثابت بـالاحـادیـث ؟ قـلـت وجـه قـولهـم بـالـكـراهة ان الاحـادیث فی هذاالبا ب متعارضة

.....قوله عليه السلام "لا تزال امتى على الفطرة ما صلوا المغرب قبل طلوع النجم"

.....وغيره من الاحاديث الدالة على تاكيد التعجيل فى المغرب تقتضى كراهة التنفل قبلها لما فيه من مظنة التاخير ـ وقد اجمعت الامة على ان التعجيل فيها سنة كما مر ،واختلف الاقوال فى التنفل قبلها .....فرجحت الحنفية احاديث التعجيل لقيام الاجماع على كونه سنة وكرهوا التنفل قبلها لان فعل المباح والمستحب اذا افضى الى الاخلال بالسنة يكون مكروها ولا يخفىٰ ان العامة لو اعتادوا صلاة ركعتين قبل المغرب ليُخلّون بالسنة حتما ويؤخرون المغرب عن وقتها قطعا ـ واما لو تنفل احدمن الخواص قبلها ولم يخل بسنة التعجيل فلا يلام عليه لانه قد اتى بامر مباح فى نفسه او مستحب عند بعضهم ـ

- فحاصل الجواب ان التنفل قبل المغرب مباح فى نفسه وانما قلنا بكراهته نظرا الى العوارض ،فالكراهة عارضة ولا منافاة بينهما فرب امر مباح او مستحب يمنع منه اذا افضى الى المفسدة ـ.....وقال الشيخ ـلله دره ـ ان كراهة الركعتين قبل المغرب ان صح القول بها عن الامام فهى محمولة على

جعلهما سنة (اعتقادا او عملا) او على ما اذا شرع بعد الفراغ من الاذان فانه يؤدى الى تاخير المغرب والصحابةؓ انما كانوا يبتدرون السوارى اذا اخذالمؤذن فى الاذان ـ

وفى فتح الملهم :(٣٤٠/٥)

قال العبد الضعيف عفا الله عنه :لما تحقق ان مذهب اصحابنا فى كراهة الركعتين قبل المغرب انما هو لكراهة(تاخير)فرض المغرب الا يسيرا ،وان التجوز فى الركعتين ينفى هذه الكراهة عند المحققين ،فبقى الامر على الاباحة ،وحينئذ ان ثبت الاستحباب ايضاً من الاحاديث فلايخالف مذهبنا وغاية الامر انه يصير مما سكت عنه الفقه ونطق به السنة فقد ثبت التنفل بركعتين قبل المغرب عن النبى صلى الله وعليه وسلم فعلا كمافى حديث ابن حبان ومحمد بن نصر وقولا بالعموم فى جميع الاوقات كما فى حديث الصحيحين وبالخصوص فى المغرب كما فى حديث البخارى "صلوا قبل المغرب ثلاثا" وتقريرا كمافى سائر الاحاديث المذكورة فى الباب وغيرها ـ

دار الافتاء

اور جو حضرات رکعتین قبل المغرب کے استحباب یا جواز کے قائل ہیں ان حضرات کی ذکر کردہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ رکعتین کی ادائیگی میں جتنا وقت صَرف ہوتا ہے اس کے بقدر تاخیر تعجیلِ مغرب کے منافی نہیں ہے۔ ان کی بعض عبارات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

فی اعلاء السنن :(٦٨/٢)

واما لو تنفل احدمن الخواص قبلها ولم يخل بسنة التعجيل فلا يلام عليه لانه قد اتى بامر مباح فی نفسه اومستحب عند بعضهم۔

وفی شرح النووی علی مسلم :(٢٧٨/١)باب استحباب الركعتين قبل صلاة المغرب

أما قولهم يؤدی إلى تأخير المغرب فهذا خيال منابذ للسنة فلا يلتفت إليه ومع هذا فهو زمن يسير لا تتأخر به الصلاة عن أول وقته۔

وفی اسنی المطالب:(٣٧٠/١) كتاب الصلاة ،الباب الثانی ،فصل فی صفة المؤذن

وعلى ما صححه النووی من أن للمغرب سنة قبلها يفصل بقدر أدائها أيضا۔

نیز فقہائے مالکیہ جو اذانِ مغرب کے بعد رکعتین کی ادائیگی کے قائل نہیں ہیں، ان کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت وغیرہ حاصل کرنے کے بقدر وقفہ کیا جاسکتا ہے، نیز یہ وقفہ وہ شخص بھی کرسکتا ہے جو پہلے سے طہارت حاصل کر چکا ہو۔

وفی الشرح الصغير للعلامة الدردير مع حاشية الصاوی:(٢٢٤/١)باب الصلاة

(وللمغرب غروب الشمس بقدر فعلها بعد شروطها) : أی والمختار للمغرب أوله غياب جميع قرص الشمس ولا امتداد له على المشهور، بل يقدر بقدر ثلاث ركعات بعد تحصيل شروطها من طهارة حدث وخبث وستر عورة ، وجاز لمن كان محصلا لها تأخيرها بقدر تحصيلها۔

وفی شرح مختصر خليل للخرشی :(٢١٣/١)باب الوقت المختار

وينتهی مختار المغرب بقدر ما يسع ثلاث ركعات ويسع شروطها من طهارتی حدث وحدث كبری وصغری مائية وترابية وستر عورة واستقبال قبلة ويزاد على شروطها الآذان والإقامة ويجوز لمحصل الشروط التأخير بقدر تحصيلها أن لو كان غير محصل لها ولو قال وللمغرب قدر ما يسع فعلها وشروطها وأذانا وإقامة بعد الغروب لكان أظهر فی إفادة أن المحصل للشروط له التأخير بقدر تحصيلها لو لم يكن محصلا لها وأنه يعتبر قدر الآذان والإقامة.

وفی مواهب الجلیل للحطاب :(۴۵۳/۱)فصل فی الاذان والاقامة

وقال فی مختصر الواضحة :ولا بأس أن یلبث المؤذن بعد أذانه للمغرب شیئا یسیرا وإن تمهل فی نزوله ومشیه إلی الإقامة توسعة علی الناس انتهی-]

واضح رہے کہ فقہ حنفی کی کتب میں جن فقہائے احناف نے تعجیل مغرب کی تاکید کے پیشِ نظر رکعتین قبل المغرب کو مکروہ قرار دیا ہے، ان کے نزدیک بھی کراہت سے مراد کراہت تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔

ماقبل میں ذکر کی گئی تمام تفصیل اور حضراتِ اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام کی روشنی میں راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مادون الرکعتین کی حد تک تاخیر بلا کراہت جائز ہے، اور اگر متوسط طریقے سے رکعتین کو ادا کیا جائے تو کم وبیش ڈھائی سے تین منٹ لگتے ہیں، لہٰذا اس سے کم کم یعنی ایک دو منٹ کا وقفہ کیا جاسکتا ہے اور اگر لوگوں کیلئے حصولِ طہارت اور تکبیر اولیٰ میں شریک ہونے کی غرض سے انتظامی طور پر ایک یا دو منٹ کا وقت مقرر کرلیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن واضح رہے کہ کسی متعین وقفے مثلاً ایک یا دو منٹ کے وقفہ کو ضروری یا مسنون یا مستحب سمجھنا درست نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالحفیظ

عبدالحفیظ حفظہ اللہ تعالیٰ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

یکم/جمادی الثانیۃ ۱۴۳۸ھ

یکم/مارچ ۲۰۱۷ء

الجواب صحیح

احمد محمود اشرف غفراللہ

۱۶/۵/۱۴۳۹ھ

03-02-2018

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ

۳۰/۵/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح

محمد عبدالمنان عفی عنہ

۲۹/۵/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۲-۶-۳۸ھ

الجواب صحیح

فہیم نسیم عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۴/۶/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح

۱۷/۶/۱۴۳۹ھ

نوٹ: حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے اس مسئلہ سے متعلق دیگر ائمہ ثلثہ کے مذہب کی تحقیق کا فرمایا تھا۔ اس سے متعلق عبارات جمع کرکے حضرت کو زبانی خلاصہ عرض کردیا گیا۔ پھر عشیرہ استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم ان عبارات کو بطور ضمیمہ لگایا جارہا ہے۔ عبدالحفیظ

مسلک مالکیہؒ کا خلاصہ:

فقہ مالکی کی عبارات سے یہ حاصل معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح کسی قعدہ یا نماز کا فصل نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اول وقت میں مغرب کی نماز کا اہتمام کیا جائے [اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور قول کے مطابق مغرب کا وقت تنگ ہے یعنی مغرب کا وقت شروع ہونے کے بعد طہارت، وضو وغیرہ، اذان واقامت اور نماز مغرب کی ادائیگی کی حد تک مغرب کا وقت ہے اس کے بعد ختم ہوجاتا ہے، البتہ مؤطا امام مالک میں مغرب کا وقت غروبِ شفق تک لکھا ہے اور المدونہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے]۔

تاہم مواہب الجلیل میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ لوگوں پر توسع کے لئے مؤذن اذان کے بعد اقامت میں کچھ تاخیر کرسکتا ہے، نیز الشرح الصغیر اور منح الجلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوضو شخص بھی تحصیل طہارت وغیرہ میں لگنے والے وقت کے بقدر انتظار کرسکتا ہے۔

فی الذخیرة للعلامة القرافیؒ :(۴۲۸/۱)

العاشر: قال صاحب الطراز يفصل بين الأذان والإقامة إلا المغرب عندنا وعند أبي حنيفة خلافا لصاحبيه في الفصل بينهما بجلسة كالخطبتين وللشافعي في الفصل بينهما بركعتين خفيفتين لما في الصحيحين.....وجوابه ما في الصحيحين أنه عليه السلام كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب وهذا يقتضي عدم الفصل وعمل المدينة يدل على أنه آخر العملين من رسول الله -صلى الله عليه وسلم-

البيان والتحصيل :(۳۷۵/۱۷)

ان صلاة المغرب قد وجبت بغروب الشمس، فلا ينبغي لأحد أن يصلي نافلة قبل صلاة المغرب؛ لأن تعجيل صلاة المغرب عند أول وقتها أفضل عند من رأى وقت الاختيار لها يتسع إلى مغرب الشفق، وهو ظاهر قول مالك في موطئه، وقد قيل إنه ليس لها في الاختيار إلا وقت واحد-

واختلف فيمن كان في المسجد منتظرا للصلاة هل له أن يتنفل بين الأذان والإقامة، فقيل له ذلك على ما حكاه مالك في هذه الرواية عن بعض من أدرك من الشيوخ، ومن حجتهم ما روى المختار بن فلفل، عن أنس بن مالك قال :كان إذا نودي بالمغرب قام بباب أصحاب رسول الله يبتدرون السواري يصلون الركعتين، ومن حجتهم أيضا التعلق بظاهر ما روى عن

النبى عليه السلام من قوله :بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة .لمن شاء على ما تأولوه من أنه أراد بذلك ما بين كل أذان وإقامة؛ لأن الإقامة أذان.

وقيل :ليس ذلك له، وهو مذهب مالك على ما روى ابن القاسم عنه فى هذه الرواية من قوله :لا يعجبنى هذا العمل.وما ذهب إليه مالك من كراهة ذلك أظهر لثلاثة أوجه.

أحدها :حماية للذرائع؛ لأن ذلك لو أبيح فى الناس فكان ذلك سببا لتأخير المغرب عن وقتها المختار، وعن أول وقتها المختار على مذهب من رأى لها وقتين فى الاختيار.

والثانى :ما روى أن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم قال :عند كل أذان ركعتان ما خلا صلاة المغرب .

والثالث :استمرار العمل من عامة العلماء على ترك الركوع فى هذا الوقت، وأن النبى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -لم يفعله ولا أبو بكر ولا عمر، إذ لو فعلوا ذلك لنقل عنهم، وقال إبراهيم النخعى من أجل هذا المعنى :إن الركعتين قبل المغرب بدعة-

وفى منح الجليل شرح مختصر خليل :(١٨١/١)

(و) الوقت المختار (للمغرب غروب) جميع قرص (الشمس) بحيث لا يراه من كان على نحو رأس جبل عال..... وهو مضيق (يقدر) بضم ففتح مثقلا أى وقت المغرب (ب) زمن (فعلها) أى المغرب ثلاث ركعات(بعد) زمن تحصيل (شروط) صحت (ها) أى المغرب، الأربعة؛ طهارة الحدث وطهارة الخبث، وستر العورة المغلظة والمخففة على الوجه الأكمل..... واستقبال القبلة، وزمن أذان وإقامة.....فلا يختلف وقتها باختلاف حال المصلين أفاده ابن عرفة ..... وهذا كله على رواية ابن القاسم عن الإمام مالك - "رضى الله عنه " -من ضيق وقتها وتقديره بفعلها إلخ، وروى غيره عنه امتداد وقتها المختار لمغيب الشفق..... وهو الصحيح من مذهب مالك "رضى الله عنه " -ولكن الحق أنه ضعيف والمعتمد رواية ابن القاسم-

وأفهم قوله "يقدر إلخ "جواز تأخيرها من محصل شروطها بقدر زمن تحصيلها-

وفى مواهب الجليل :(٤٥٣/١)

(الثالث) قال فى الطراز وهل يفصل بين الأذان والإقامة أما ما عدا المغرب، فالأذان مقدم على

الإقامة، وهي متأخرة عنه ويختلف في المغرب ولم يشترط مالك أن يكون بينهما فاصل، وهو قول أبي حنيفة، وقال صاحباه :يفصل بينهما بجلسة ونظروه بالجلسة بين الخطبتين-وقال في مختصر الواضحة :ولا بأس أن يلبث المؤذن بعد أذانه للمغرب شيئا يسيراوإن تمهل في نزوله ومشيه إلى الإقامة توسعة على الناس انتهى-]

وفي الشرح الصغير للعلامة الدردير مع حاشية الصاوي:(٢٢٤/١)

(وللمغرب غروب الشمس بقدر فعلها بعد شروطها) : أي والمختار للمغرب أوله غياب جميع قرص الشمس ولا امتداد له على المشهور، بل يقدر بقدر ثلاث ركعات بعد تحصيل شروطها من طهارة حدث وخبث وستر عورة ، **وجاز لمن كان محصلا لها تأخيرها بقدر تحصيلها-**

وفي الكافي في فقه أهل المدينة :(١٩١/١)

وأما المغرب فلا وقت لها إلا وقت واحد عند غيبوبة الشمس ودخول الليل هذا هو المشهور من مذهب مالك واصحابه وجمهور أهل المدينة في وقت المغرب في الحضر.

ولمالك في وقتها قول ثان :إنه من صلاها قبل مغيب الشفق فقد صلاها في وقتها في الحضر والسفر والأول عنه أشهر وعليه العمل -

وفي موطأ الامام مالك :(١٨/٢)

قال مالك :الشفق الحمرة التي في المغرب .فإذا ذهبت الحمرة، فقد وجبت صلاة العشاء ، وخرجت من وقت المغرب-

وفي المدونة :(٢٠٥/١)

في جمع المسافر بين الصلاتين قال :وقال مالك :لا يجمع الرجل بين الصلاتين في السفر إلا أن يجد به السير، فإذا جد به السير جمع بين الظهر والعصر ويؤخر الظهر حتى يكون في آخر وقتها، ثم يصليها، ثم يصلي العصر في أول وقتها ويؤخر المغرب حتى تكون في آخر وقتها قبل مغيب الشفق، ثم يصليها في آخر وقتها قبل مغيب الشفق، ثم يصلي العشاء في أول وقتها بعد مغيب الشفق.

مسلک شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ کا خلاصہ:

حضرات شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازِ مغرب اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، البتہ اذان اور نماز کے درمیان کچھ معمولی وقفہ قعدہ یا سکوت وغیرہ کا ہونا چاہیے، اور حاضرین کے دو رکعت کے پڑھنے کے بقدر وقفہ کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ ان دو رکعتوں کا پڑھنا مستحب یا مسنون ہے۔ لیکن لوگوں کا انتظار نہیں کیا جائے گا، اور عادۃً لوگ مغرب کی نماز کے لئے پہلے سے جمع ہو جاتے ہیں۔

فی المجموع شرح المهذب للامام النووی:(۱۲۱/۳)

أما حكم المسألة فاتفق أصحابنا على استحباب هذه القعدة قدر ما تجتمع الجماعة إلا فى صلاة المغرب فإنه لا يؤخرها لضيق وقتها ولأن الناس فى العادة يجتمعون لها قبل وقتها ومن تأخر عن التقدم لا يتأخر عن أول الصلاة ولكن يستحب أن يفصل بين أذانها وإقامتها فصلا يسيرا بقعدة أو سكوت أو نحوهما هذا مذهبنا لا خلاف فيه عندنا وبه قال أحمد وأبو يوسف ومحمد وهو رواية عن أبى حنيفة وقال مالك وأبو حنيفة فى المشهور عنه لا يقعد بينهما وأما استحباب التحول للإقامة إلى غير موضع الأذان فمتفق عليه للحديث۔

وفی شرح النووی علی مسلم :(۱۲۳:۶)باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب)

عن مختار بن فلفل، قال :سألت أنس بن مالك عن التطوع بعد العصر، فقال :كان عمر يضرب الأيدى على صلاة بعد العصر، وكنا نصلى على عهد النبى صلى الله عليه وسلم ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب ، فقلت له :أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاهما؟ قال :كان يرانا نصليهما فلم يأمرنا، ولم ينهنا۔

(قال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ تحته)فيه حديث صلاتهم ركعتين بعد الغروب وقبل صلاة المغرب وفى رواية أنهم كانوا يصلونها بعد الأذان وفى الحديث الآخر بين كل أذانين صلاة المراد بالأذانين الأذان والإقامة وفى هذه الروايات استحباب ركعتين بين المغرب وصلاة المغرب وفى المسألة وجهان لأصحابنا أشهرهما لا يستحب وأصحهما عند المحققين يستحب لهذه الأحاديث وفى المسألة مذهبان للسلف واستحبهما جماعة من الصحابة والتابعين **من المتأخرين** أحمد واسحق ولم يستحبهما أبو بكر وعمر وعثمان وعلى وآخرون من الصحابة ومالك وأكثر الفقهاء وقال النخعى هى بدعة وحجة هؤلاء أن استحبابهما يؤدى إلى تأخير المغرب عن أول وقتها قليلا وزعم بعضهم فى جواب هذه

الأحاديث أنها منسوخة والمختار استحبابها لهذه الأحاديث الصحيحة الصريحة وفى صحيح البخارى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا قبل المغرب صلوا قبل المغرب صلوا قبل المغرب قال فى الثالثة لمن شاء وأما قولهم يؤدى إلى تأخير المغرب فهذا خيال منابذ للسنة فلا يلتفت إليه ومع هذا فهو زمن يسير لا تتأخر به الصلاة عن أول وقتها ـ

فى تحفة المحتاج:(٤٨٣/١)

ويسن تأخيرها قدر ما يجتمع الناس إلا فى المغرب أى للخلاف القوى فى ضيق وقتها ومن ثم أطبق العلماء على كراهة تأخيرها من أوله ـ

وفى حاشية الشروانى على تحفة المحتاج:(٤٨٣/١)

ويفصل فى المغرب بينهما بنحو سكتة لطيفة كقعود يسير لضيق وقتها ولاجتماع الناس إليها عادة قبل وقتها وعلى تصحيح المصنف من استحباب سنة المغرب قبلها يفصل بقدر أدائها أيضا ـ .....وأما صلاة المغرب فيصليها بعد تيقن دخول وقتها ومضى ما يسع أذانها وراتبتها بمن حضر من غير انتظار وهذا خلاصة ما فى التحفة، والنهاية، والأسنى، والمغنى وعليه يحمل إطلاق الغزالى فى الإحياء ـ

وفى حاشية ابن قاسم العبادى على تحفة المحتاج :(٤٨٣/١)

(قوله :إلا فى المغرب) ينبغى أن يستثنى منه ومن كراهة التأخير الآتية التأخير بقدر سنتها المتقدمة لظهور أن الأفضل فعلها قبلها، ثم رأيت فى الروض ما نصه ويفصل بين الأذان، والإقامة بقدر اجتماع الناس وأداء السنة وفى المغرب بسكتة لطيفة اهـ وفى شرحه ما نصه وعلى ما صححه النووى من أن للمغرب سنة قبلها يفصل بقدر أدائها أيضا ـ

وفى أسنى المطالب فى شرح روض الطالب :(١٣٠/١)

(و) يفصل بينهما (فى المغرب بسكتة لطيفة) أو نحوها كقعود لطيف لضيق وقتها ولاجتماع الناس لها قبل وقتها عادة وعلى ما صححه النووى من **أن للمغرب سنة قبلها يفصل بقدر أدائها أيضا ـ]**

وفى مغنى المحتاج إلى معرفة معانى ألفاظ المنهاج :(٣٢٥/١)

ويفصل بينهما فى المغرب بنحو سكتة لطيفة كقعود لطيف لضيق وقتها، ولاجتماع الناس لها قبل وقتها عادة ـ وعلى ما صححه المصنف من أن للمغرب سنة قبلها يفصل **بقدر أدائها أيضا ـ]**

مغنی المحتاج إلی معرفة معانی ألفاظ المنهاج :(٤٥٠/١)

[وركعتان خفيفتان قبل المغرب .قلت :هما سنة على الصحيح، ففى صحيح البخارى الأمر بهما]

(قلت :هما سنة على الصحيح، ففى صحيح البخارى الأمر بهما) ولفظه صلوا قبل صلاة المغرب .

قال فى الثالثة لمن شاء كراهة أن يتخذها الناس سنةأى طريقة لازمة، وليس فى روايته التصريح بالأمر بركعتين .نعم فى سنن أبى داود صلوا قبل المغرب ركعتين وفى الصحيحين من حديث أنس "أن كبار الصحابة كانوا يبتدرون السوارى لهما :أى للركعتين إذا أذن المغرب.....والمفهوم من عبارة المصنف أنهما عند من استحبهما ليستا من الرواتب لأنه أخرهما عن تمام الكلام فى الرواتب۔

وفی السراج الوهاج :(٦٤/١)

وقيل من الرواتب ركعتان خفيفتان قبل المغرب قلت هما سنة على الصحيح ففى صحيح البخارى الأمر بهماواستحبابهما قبل شروع المؤذن فى الإقامة وهما من الرواتب۔

مسلک حنابلہؒ کا خلاصہ:

اذان کے بعد جلسہ خفیفہ کا فصل مستحب ہے، اور رکعتین کے بقدر وفقہ کیا جاسکتا ہے، اور بعض حضرات نے وضو اور رکعتین کے وفقہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ دو رکعت کا پڑھنا مستحب یا مباح ہے۔ الانصاف میں رکعتین قبل المغرب کے مباح ہونے کو ترجیح دی ہے، اور المغنی سے بھی اباحت کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، نیز کشاف القناع میں مباح ہونے کو اصح الروایتین کہا ہے۔

فی المغنی لابن قدامة:(٢٩٩/١)

ويستحب أن يفصل بين الأذان والإقامة، بقدر الوضوء وصلاة ركعتين، يتهيئون فيها، وفى المغرب يفصل بجلسة خفيفة .وحكى عن أبى حنيفة والشافعى، أنه لا يسن فى المغرب۔

وفيه ايضاً:(٩٦/٢)

وفی المغنی ایضاً :(٩٦/٢)

فصل :واختلف فى أربع ركعات، منها ركعتان قبل المغرب بعد الأذان؛ فظاهر كلام أحمد، أنهما جائزتان وليستا سنة .قال الأثرم :قلت لأبى عبد الله، الركعتان قبل المغرب؟ قال :ما فعلته قط إلا مرة، حين سمعت الحديث، وقال :فيهما أحاديث جياد، أو قال:

صحاح، عن النبى -صلى الله عليه وسلم -وأصحابه والتابعين .إلا أنه قال " :لمن شاء ." فمن شاء صلى-

وفى الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف للمرداوى :(٤٢١/١)

قوله (ويستحب أن يجلس بعد أذان المغرب جلسة خفيفة ثم يقيم) هذا المذهب، أعنى أن الجلسة تكون خفيفة جزم به فى الهداية، والمذهب، ومسبوك الذهب، والخلاصة، والتلخيص، والبلغة، والمغنى، والكافى، والشرح، والنظم والوجيز، وابن تميم، والحاويين، ومجمع البحرين.....وقيل :يجلس بقدر صلاة ركعتين .جزم به فى المستوعب، والمحرر، والفائق، وتذكرة ابن عبدوس .قال أحمد :يقعد الرجل مقدار ركعتين.

قال فى الإفادات :يفصل بين الأذان والإقامة بقدر وضوء وركعتين وأطلقهما فى الفروع. وكذا الحكم فى كل صلاة يسن تعجيلها . .قاله أكثر الأصحاب وذكر الحلوانى :يجلس بقدر حاجته ووضوئه وصلاة ركعتين فى صلاة يسن تعجيلها وفى المغرب بجلسة وقال فى التبصرة :يجلس فى المغرب وما يسن تعجيلها بقدر حاجته ووضوئه .وقال فى الإفادات :ويفصل بين كل أذان وإقامة بقدر وضوء وركعتين .وقال فى المذهب، ومسبوك الذهب :يفصل بين الأذان والإقامة بقدر الوضوء ، وصلاة ركعتين إلا المغرب فإنه يجلس جلسة خفيفة.....تباح صلاة ركعتين قبل صلاة المغرب على الصحيح من المذهب نص عليه .وعليه جمهور الأصحاب وجزم به فى المغنى، والشرح .ذكراه فى صلاة التطوع، وهو من المفردات .وقيل :يكره .قال ابن عقيل :لا يركع قبل المغرب شيئا. وعنه يسن فعلهما جزم به ناظم المفردات .وهى من المفردات أيضا .وقال فى مجمع البحرين، وابن تميم :لا يكره .رواية واحدة .وهل يستحب؟ على روايتين وعنه "بين كل أذانين صلاة "وقاله ابن هبيرة فى غير المغرب.

وفى كشاف القناع عن متن الإقناع:(٤٢٤/١)

(ويسن لمن شاء ركعتان بعد آذان المغرب قبلها) لما روى أنس قال كنا نصلى على عهد النبى -صلى الله عليه وسلم -ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب قال المختار بن فلفل فقلت له :أكان -صلى الله عليه وسلم -صلاهما؟ قال كان يرانا نصليهما، فلم يأمرنا ولم ينهنا متفق عليه.وأصح الروايتين :إباحتهما كما تقدم -

وفى الشرح الكبير على متن المقنع :(٤١٠/١)

(ويستحب أن يجلس بعد أذان المغرب جلسة خفيفة ثم يقيم) لما روى تمام فى فوائده بإسناده عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال "جلوس المؤذن بين الأذان والإقامة فى المغرب سنة "وحكى عن أبى حنيفة والشافعى أنه لا يسن ـ

وفى الشرح الكبيرايضاً:(٤١٠/١)

(فصل) قال اسحاق بن منصور رأيت أحمد خرج عند المغرب فحين إنتهى إلى موضع الصف أخذ المؤذن فى الإقامة فجلس قال أحمد يقعد الرجل مقدار الركعتين إذا أذن المغرب .قيل من أين؟ قال من حديث أنس وغيره كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أذن المؤذن ابتدروا السوارى وصلوا ركعتين، وروى الخلال عن عبد الرحمن بن أبى ليلى أن النبى صلى الله عليه وسلم جاء وبلال فى الإقامة فقعد ـ

وفى الكافى فى فقه الامام احمد بن حنبلؒ:(٢١٣/١)

ويؤخر الإقامة .لما روى جابر أن النبى -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قال لبلال :اجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله.....فإن كان للمغرب جلس جلسة خفيفة ـ

وفى كشاف القناع عن متن الإقناع:(٤٢٤/١)

(ويسن لمن شاء ركعتان بعد آذان المغرب قبلها) لما روى أنس قال كنا نصلى على عهد النبى -صلى الله عليه وسلم -ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب قال المختار بن فلفل فقلت له :أكان -صلى الله عليه وسلم -صلاهما؟ قال كان يرانا نصليهما، فلم يأمرنا ولم ينهنا متفق عليه.وأصح الروايتين :إباحتهما كما تقدم ـ

(٩) [رمضان میں نمازِ مغرب میں تاخیر سے متعلق]

شرح مشكل الآثار :(٢٣٩/٥)

باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من قوله " :إذا حضر العشاء وأقيمت الصلاة فابدء وا بالعشاء "

عن أنس رضى الله عنه ,أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء فابدء وا بالعشاء قبل الصلاة ."قال أبو جعفر :..... والأغلب مما يعرف الناس أنه إذا دخلها وبه حاجة إلى تعجيل قضاء الحاجة .كاد أن يجمع أمرين :العجلة عن الإكمال , والشغل عن الإقبال ,وقد يخاف هذا على من حضر عشاؤه لحاجة الناس إلى المطعم , وتوقان أنفسهم إليه ,ولا سيما أهل الصوم **للحاجة إلى** المأكول .قال أبو جعفر :وقد وجدنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه إنما قصد بقوله " :إذا حضر العشاء وأقيمت الصلاة فابدء وا بالعشاء "إلى أهل الصوم لا إلى من سواهم .....عن ابن شهاب ,أنه سمع أنس بن مالك رضى الله عنه يحدث ,عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :إذا أقيمت الصلاة وأحدكم صائم فليبدأ بالعشاء قبل صلاة المغرب ,ولا تعجلوا عن عشائكم "فدل ذلك على أنه صلى الله عليه وسلم إنما قصد بهذا القول **إلى اهل الصوم** دون من سواهم-

وفى اعلاء السنن :(٢٠٤/٤)

عن انس بن مالك رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :اذا اقيمت الصلاةواحدكم صائم فليبدأ بالعشاء قبل صلاة المغرب ولاتعجلوا عن عشائكم -

قلت :هو فى الصحيح خلا قوله واحدكم صائم -رواه الطبرانى فى الاوسط ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ،١٦٠:١)وقال ابن دقيق العيد :وفى رواية صحيحة: اذا وضع العشاء واحدكم صائم انتهىٰ وسنذكر من اخرج هذه الرواية كذا قال الحافظ فى الفتح (١٣٤/٢)ثم قال تحت حديث ابن شهاب عن انس رضى الله تعالىٰ عنه عند البخارى مرفوعاً بلفظ" اذا قدم العشاء فابدؤابه قبل ان تصلوا المغرب ولاتعجلوا عن عشائكم "مانصه:زاد ابن حبان (فى صحيحه) والطبرانى فى الاوسط من رواية موسى ابن اعين عن عمرو بن الحارث عن ابن شهاب :"واحدكم صائم " وقد اخرجه مسلم من طريق ابن وهب عن عمرو بدون هذه الزيادةوذكر الطبرانى ان موسى بن اعين تفرد بها انتهى وموسىٰ ثقة متفق عليه اه -اى فيقبل تفرده -

وفى الدرالمختار:(٣٦٨/١)

(و) اخر (المغرب الى اشتباك النجوم)اى كثرتها (كره تحريما) الا بعذر كسفر و كونه على اكل -

وفى ردالمحتار:(٣٦٨/١)

(قوله :وكونه على أكل) أى لكراهة الصلاة مع حضور طعام تميل إليه نفسه ولحديث إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء فابدءوا بالعشاء) رواه الشيخان.

وفى مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح :(١٨٣/١)

و "يستحب "تعجيل "صلاة "المغرب "صيفا وشتاء ولا يفصل بين الأذان والإقامة فيه إلا بقدر ثلاث آيات أو جلسة خفيفة لصلاة جبريل عليه السلام بالنبى صلى الله عليه وسلم بأول الوقت فى اليومين وقال عليه الصلاة والسلام" :إن أمتى لن يزالوا بخير ما لم يؤخروا المغرب إلى اشتباك النجوم "مضاهاة لليهود فكان تأخيرها مكروها "إلا فى يوم غيم "وإلا من عذر سفر أو مرض وحضور مائدة والتأخير قليلا لا يكره -

وفى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح:(١٨٣/١)

قوله" :والتأخير قليلا لا يكره "أى تحريما بل يكره تنزيها وإلى إشتباك النجوم يكره تحريما وفى قول لا يكره ما لم يغب الشفق والأصح الأول

٩/١٩٥٣